مولانا ارشاد الحق اثری ادارہ علوم اثریہ فیصل آباد

حضرت مولانا شمس الحق عظیم آبادیؒ

برِّصغیر پاک و ہند میں دہلی گو علوم و فنون کا مرکز رہا ہے۔ تاہم صوبہ بہار کو بھی بڑے بڑے افاضل و اعیان کے مولد و مسکن ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہاں مسلمانوں کی سیاسی و تہذیبی اثرات کا آغاز باضابطہ طور پر سلطان قطب الدین ایبک کے سپہ سالار محمد بختیار خلجی کی فتوحات سے ہوا۔ مگر بعض واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ محمد بختیار خلجی سے پہلے بھی مسلمانوں نے یہاں اپنے قدم جمانا شروع کر دیئے تھے۔ چنانچہ سلطان محمود غزنوی کے بھانجے سالار مسعود غازی کے لشکر کا اطراف بنارس تک آنا ثابت ہوا۔ غازی مسعود کے رفقائے دوران جنگ جہاں جہاں شہید ہوئے۔ وہ مقامات گنج شہیداں کے نام سے مشہور ہیں اور وہاں میلہ لگتا ہے۔ سیوان، سارن بہار، اور منیر، ضلع پٹنہ میں بھی ایسی جگہیں ہیں جہاں یہ میلے لگتے ہیں۔ (بہار میں اردو $\frac{179}{18}$)

غزنویوں کی لشکر کشی کے علاوہ ایک قافلہ ایسا بھی نظر آتا ہے جو رہبان فی اللیل و فرسان فی النہار کا مصداق ہے۔ یہ بلند مقام درویش و مجاہد سلطانی فوجوں سے مستغنی ہو کر محبت و دردمندی کے جذبات سے سرشار ہندوستانی دلوں کو آباد کرنے آئے۔ میری مراد حضرت مولانا محمد موسوم بہ تاج فقیہ ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کی اولاد سے ہیں۔ جو ۵۷۶ھ۔ ۱۱۸۰ء میں الخلیل[1] (فلسطین) سے نقل سکونت کر کے بہار کے قصبہ منیر میں تشریف لائے۔ عظیم آباد (پٹنہ) سے تقریباً ۱۲ میل مغرب میں ایک قصبہ کا نام ہے آپ بہار میں سلسلہ سہروردیہ و فردوسیہ کے جدِ امجد سمجھے جاتے ہیں۔ بلکہ "وسیلہ شریف" کے مؤلف نے لکھا ہے کہ حضرت تاج

[1] اب یہ شہر مملکت ہاشمیہ اردنیہ کا ایک شہر ہے جو بیت المقدس سے تقریباً ۱۵-۲۰ میل پر واقع ہے اس کو حضرت ابراہیم خلیل اللہ

فقیہ نے ایک لشکر جرار کے ساتھ منیر پر حملہ کیا وہاں کا راجہ مارا گیا اور منیر پر آپ کا قبضہ ہو گیا۔ پھر منیر کی حکومت اپنے فرزندوں کے سپرد کر کے خود وطن واپس تشریف لے گئے۔ اور اسی سے ملتی جلتی روایت تذکرۃ الکرام کے مؤلف نے نقل کی ہے۔ جس کا ذکر مولانا عبدالرحیمؒ زبیری نے الدار المنشور فی تراجم اہل صادقپور معروف بہ تذکرہ صادقہ کے صفحہ نمبر ۱۲ پر کیا ہے اور مزید ایک قلمی کتاب سے اس کی تصدیق رقم فرمائی ہے مولانا سید ابوالحسن ندوی مدظلہ العالی نے بھی "سیرۃ الشرف" کے حوالہ سے یہی نقل کیا ہے کہ ۵۷۶ھ میں یہ قصبہ فتح ہو گیا تھا۔ مگر فرماتے ہیں۔ یہ مسئلہ تحقیق طلب ہے کہ کیا مسلمان غزنویوں کے عہد ہی میں بہار و بنگال کی حدود میں پہنچ گئے تھے۔ اور انہوں نے یہاں بھی اسلامی عملداری اور قبضہ کی بنیاد ڈالی دی تھی۔؟" اسی طرح "بہار میں صوفیائے کرام" کے عنوان سے جناب سید شمیم احمد صاحب ڈھاکہ کا ایک مضمون معارف ج ۹ ۱۹۶۳ء ماہ نومبر و دسمبر میں شائع ہوا ہے۔ جس میں وہ فرماتے ہیں کہ تاریخی اعتبار سے یہ حملہ صحیح نہیں کیونکہ پھر ۵۹۶ھ میں بختیار خلجی نے کس راجہ کے خلاف منیر پر حملہ کیا تھا۔؟ یہ تنقیح طلب مسئلہ ہماری بحث سے خارج ہے۔ مگر اس میں شک کی کوئی گنجائش نہیں کہ حضرت محمد تاج فقیہ کی وساطت سے بہار میں اسلام پھولا پھلا۔ حضرت موصوفؒ اپنی اولاد کو یہاں چھوڑ کر مکہ مکرمہ تشریف لے گئے اور وہیں انتقال فرمایا۔ مخدوم الملک، حضرت شیخ شرف الدین یحییٰ منیری رحمۃ اللہ آپ ہی کے فرزند جناب اسرائیل کے صاحبزادے ہیں۔

اس کے بعد محمد بختیار خلجی نے بہار کا بڑا علاقہ فتح کیا۔ اور شاہ آباد پٹنہ، بہار شریف مونگیر اور بھاگلپور کے اضلاع سلطنت دہلی کے ماتحت ہو گئے۔ غیاث الدین تغلق کے عہد ۱۳۲۴ء میں شمالی بہار مفتوح ہوا اور یوں یہ صوبہ آہستہ آہستہ سرنگوں ہوتا چلا گیا۔ یہاں اس بات کا ذکر فائدہ سے خالی نہیں کہ اورنگزیب عالمگیر نے اٹھارہویں صدی عیسوی کے آغاز میں اپنے پوتے عظیم الشان کو بہار کا صوبہ دار مقرر کیا، اسی بنا پر پٹنہ کا نام عظیم آبا

رکھا گیا۔ (بہار میں اردو ص۹) مسلم عہد میں بہار کا دار الخلافہ ہونے کا شرف بھی عظیم آباد کو حاصل رہا اسی بنا پر یہاں بڑی سیاسی اور تہذیبی اہمیت پیدا ہوئی۔ ہر دور میں یہاں (بہار) شعراء اصفیا محدثین و فقہا کرام کا دور دورہ رہا۔ البتہ حدیث و سنت کا رواج آٹھویں صدی ہجری میں حضرت مخدوم الملک شرف الدین منیری ۷۸۲ھ اور ان کے تلامذہ کے دور میں عام ہوا۔ چنانچہ صحاح ستہ، مسند ابو یعلی، بیہقی، مستدرک اور مشارق وغیرہ کی روایات ان کی ملفوظات و مکاتب میں آج بھی دیکھی جا سکتی ہیں۔ حضرت مخدوم کی خدمت میں شیخ زین الدین کا صحیح مسلم پیش کرنا بھی ثابت ہے (برہان دہلی فروری ۱۹۵۱ء) آپ کے خلفائیں سے منہاج راستی پھلواری اور حضرت مظفر شمس بلخی زیادہ مشہور ہیں۔ اوّل الذکر نے پھلواری ضلع پٹنہ کو رونق بخشی یہاں یہ شجرہ خوب پھلا پھولا۔ اس سلسلہ کے مشاہیر میں حضرت مولانا برہان الدین قادری ۱۰۶۵ھ ۱۱۲۶ھ مولف سید صارستہ، مولانا عتیق اللہ بہاری م ۱۱۴۹ھ، مولا عبد المقتدر بن مولانا عبد النبی بہاری مولانا شیخ وجیہ الحق، امان اللہ پھلواری م ۱۰۵۰ھ اور حضرت شاہ ظہور الحق م ۱۲۳۴ھ حافظ صحیحین و حصن حصین خاص طور پر قابل ذکر ہیں (مجلہ برہان فروری ۱۹۵۱ء) اور امام مظفر شمس بلخی م ۷۸۲ھ حضرت مخدوم بہاری کے انتقال کے بعد ان کی مسند پر جلوہ افروز ہوئے آپ کثیر التصانیف ہیں اور سو کے قریب آپ کے مکاتیب ملتے ہیں جنہیں مولوی عبد الرحمن بہاری نے ترجمہ کر کے مع متن طبع کرانا چاہا تھا۔ ۳۰-۳۲ مکاتیب طبع بھی ہوئے۔ بقیہ مکاتیب پروفیسر معین الدین دردائی کے کتب خانہ میں محفوظ ہیں۔ نیز خدا بخش خاں بانکی پور لائبریری میں بھی ان کے مکتوبات ہیں۔ اور ایک مطبوعہ دیوان فارسی میں بھی ملتا ہے۔ (بہار میں اردو ص۱۵۲) نیز دیکھئے

سلہ شیخ محمد عتیق اپنے چچا مولانا عبد المقتدر کے شاگرد ہیں (نزہتہ الخواطر ص ۳۴۳ ج ۶) اور شیخ وجیہ الحق حضرت شیخ محمد عتیق کے شاگرد ہیں "اخذ الحدیث عن الشیخ محمد عتیق البہاری وقرأ علیہ المشکاۃ والصحیحین وأجاز لسائر کتب الحدیث"

نزهة الخواطر ...... (ص ۳۹۷ ج ۶)، بلکہ سید عبد الحی مرحوم نے شیخ محمد عتیق بہاری کا وہ اجازۃ نامہ جو انہوں نے شیخ وجیہ الحق کو دیا تھا۔ اس کا کچھ حصہ نزہتہ الخواطر ص۳۴۳ ج ۶ میں نقل بھی فرمایا۔ واللہ درہ

سلہ آپ نے حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی سے بھی اجازت نامہ حاصل کیا تھا۔ نزہتہ الخواطر ص ۱۲۲ ج ۷

(برہان ۱۹۵۱ء فروری)

اس کے بعد یہ خطہ مسلسل علماء و فضلاء کی آماجگاہ بنا رہا بہار کی تاریخ حدیث کے سلسلہ میں جن کے اسماء گرامی رہتی دنیا تک زندہ و تابندہ رہیں گے۔ ان میں شیخ الکل، حضرت مولانا سید میاں نذیر حسین محدث دہلوی م ۱۳۲۰ھ مولانا شاہ نور علی محدث سہسرامی م ۱۲۶۲ھ تلمیذ شاہ اسحاق دہلوی، مولانا فرحت حسین م ۱۲۷۴ھ، مولانا شہود الحق عظیم آبادی، مولانا عنایت علی م ۱۲۷۳ھ، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مصنف حسن البیان، مولانا محمد ابراہیم آروی م ۱۳۲۲ھ مولانا رفیع الدین شکرانوی مولانا ظہیر احسن شوق نیموی، صادقین صادق پور، مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا سید عبدالحی اور ہمارے مولانا شمس الحق ڈیانوی سرفہرست ہیں۔ اس مقالہ میں انہی موخر الذکر حضرت مولانا محمد شمس الحق محدث ڈیانوی اور ان کی خدمات حدیث کے متعلق کچھ اظہار خیال کرنا ہے۔

اس کم سواد کو نہ تو حضرت موصوف سے مصاحبت اور نہ ان کے تلامذہ و متوصلین سے مناسبت و مجالست کہ ان کے احوال و واقعات کا پتہ لگایا جا سکے۔ صد افسوس کہ عظیم آباد کے اس عظیم محدث کے متعلق ان کے احباؤ اقرباء نے بھی کوئی قابل ذکر مواد نہیں چھوڑا۔ جن سے ان کی زندگی کے اوصاف و محامد اجاگر ہو سکیں اور کسی بزرگ کے سوانح کی ترتیب کے لیے یہی اجزاء ترکیبی ہوتے ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ نہ ہونے کے برابر ہیں۔ اور جو بکھرے ہوئے آثار مرحوم اخبار اہلحدیث امرتسر[۱]، مجلہ برہان[۲] دہلی، ترجمان[۳] دہلی معہ الاعتصام[۴] لاہور وغیرہ میں ہیں۔ ہمارے زیر نظر ہیں۔ اور غنیمت ہیں، مگر انتہائی مختصر۔ بھلا جس شخصیت نے پوری ربع صدی حدیث کی خدمت میں صرف کر دی ہو، اخبار کے تین صفحات میں ان کے حالات کا استیعاب اور ان کی علمی خدمات کو کیونکر اجاگر کیا جا سکتا ہے۔ سنا ہے کہ "حیاۃ المحدث شمس الحق واعمالہ" کے عنوان سے ہمارے ایک ہندوستانی سلفی بھائی نے ان کے آثار علمیہ کو جمع کیا ہے[۵]۔ حضرت موصوف

۱؎ جلد ۱۷ شمارہ ۴۸ ۶ صفر ۱۳۳۸ھ بمطابق ۳۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء۔

۲؎ فروری ۱۹۵۱ء، جولائی ۱۹۵۱ء

۳؎ ۱۵ جولائی ۱۹۶۰ء

۴؎ ۱۱ دسمبر ۱۹۷۰ء

۵؎ زیر نظر مضمون کا ایک حصہ لکھا جا چکا تھا کہ سندھ جانے کا اتفاق ہوا تو سیدی پیر محب اللہ شاہ صاحب راشدی مدظلہ کے ہاں یہ رسالہ بھی مل گیا۔ اس سے ہم نے حسب ضرورت فائدہ اٹھایا ہے۔ والحمد للہ علیٰ ذالک۔

سے عقیدت اور محبت ان سطور کا باعث بنی ہے اور بمصداق مشتے نمونہ از خروارے جو کچھ پایا ہدیہ ناظرین کر رہا ہوں اور اپنے شوق کو تسکین دے رہا ہوں

نام ونسب محمد نام کنیت ابو الطیب اور مشہور شمس الحق ہیں (اہلحدیث و برہان) مگر مولانا سید عبدالحی نے نزہتہ الخواطر میں آپ کا نام شمس الحق بتلایا ہے۔ والد ماجد کا اسم گرامی امیر علی تھا۔ اور سلسلہ نسب یہ ہے شیخ محمد بن شیخ امیر علی بن مقصود علی بن شیخ غلام حیدر بن شیخ ہدایت اللہ بالآخر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ تو گویا آپ صدیقی شیخ ہیں۔ (اہلحدیث و ترجمان)

وطن و پیدائش ۲۷ ذیقعدہ ۱۲۷۳ھ بمطابق جولائی ۱۸۵۷ء کو عظیم آباد (پٹنہ) کے محلہ رمنہ میں ولادت باسعادت ہوئی (اہلحدیث امرتسر و ترجمان دہلی) مگر مولانا شفیع احمد بہاری نے آپ کا مولد ڈیانواں ہی نقل کیا ہے۔ (برہان جولائی ۱۹۵۱ء) لیکن یہ صحیح نہیں۔ پانچ سال کی عمر تھی کہ آپ کی والدہ ماجدہ اپنے بچوں کے ہمراہ اپنے میکے یعنی ڈیانواں[۱] میں آگئیں۔ چنانچہ آپ ہمیشہ وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ اسی بنا پر ڈیانوی مشہور ہوئے۔ بچپن ہی کی عمر میں ۱۲۸۴ھ میں والد گرامی کا سایہ سر سے اٹھ گیا تو آپ نے اپنے بڑے ماموں مولوی محمد حسین کے ہاں تربیت پائی جو آپ کو حقیقی فرزند سمجھتے اور آپ کی تعلیم اور ساری خواہشوں کے کفیل تھے۔ (اہلحدیث)

تعلیم و تربیت اور شیوخ و اساتذہ ۱۲۷۹ھ میں جب آپ کی عمر چھ برس کی ہوئی تو مولانا ابراہیم بن مدین اللہ النگر نہسوی[۲] م ۱۳۸۲ھ سے تعلیم کا

---

[۱] مولانا شفیع احمد بہاری نے اول تو اس قصبہ کا نام ڈیانواں ذکر کیا ہے ثانیاً لکھا ہے کہ پٹنہ سے جنوب و مشرق میں واقع ہے، برہان جولائی ۱۹۵۱ء، مگر مولانا فوقانی نے لکھا ہے کہ ڈیانواں پٹنہ سے چھ میل کے فاصلہ پر جنوب مغرب میں سادات و شیوخ کی قدیم آبادی ہے (حاشیہ القوی الحسن ص۱)

[۲] آپ نے کتب احادیث مولانا محمد اسحاق محدث دہلوی اور کتب معقول مولوی نور الاسلام رام پوری سے پڑھیں، مولانا صدر الدین سے بھی شرف تلمذ حاصل تھا۔ تذکرۃ النبلاء میں محدث ڈیانوی نے ان کا ترجمہ لکھا ہے اور اسی کے حوالہ سے سید عبدالحی نے ان کا ذکر خیر نزہتہ الخواطر (باقی حاشیہ اگلے صفحہ پر)

آغاز کیا استاذ محترم نے تفنن طبع کا ثبوت دیتے ہوئے تعلیم کا آغاز اقراء باسم ربک الذی خلق سے کیا ہے۔ ڈیانواں ہی میں قرآن مجید حافظ محمد اصغر رامپوریؒ سے ختم کیا۔ جو اس وقت آپ کے نانا مرحوم شیخ محمد گوہر علی کے دربار میں معلم تھے۔ تقریباً ایک سال بعد آپ نگر نہسہ تشریف لے گئے۔ مولانا ابراہیم مرحوم سے ملاقات ہوئی تو انہوں نے فرمایا، قرآن مجید کی کوئی سورۃ سناؤ تو آپ نے سورۃ والضحیٰ پڑھ کر سنائی۔ مولانا مرحوم نے اس کے معانی و مطالب سنانا شروع کر دیئے۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ اس وقت اتباع سنت کا شوق دل میں جاگزین ہوگیا۔ اسی دوران ابتدائی فارسی کتب مولوی سید راحت حسین ہتھوی سے پڑھیں اور بعض مختصرات نحو اور معقولات ایک ماہر عالم مولوی عبدالحکیم صاحب شیخ پوری سے پڑھیں اور اپنے ماموں مولانا نور محمد صاحب سے بھی بعض صرف و نحو کی کتابوں کا درس لیا۔ (اہلحدیث و ترجمان) ابتدائی فنون سے فراغت کے بعد ۱۲۸۸ھ میں عمدۃ المعقول والمنقول حاوی فروع و اصول مولانا لطف علی بہاری م ۱۲۹۶ھ سے شرف تلمذ حاصل کیا اور ان سے شرح جامی، قطبی، میبذی شرح وقایہ، اصول شاشی، نور الانوار، کنز الدقائق وغیرہ متوسطات پڑھیں اور حدیث میں جامع ترمذی کی بھی قراءت تحقیق و تجسس سے کی۔ مولانا موصوف صوبہ بہار کی معروف علمی شخصیت تھی۔ معقول و منقول اور اصول و فروع میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔ شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ مولانا فضل حق خیر آبادیؒ اور مفتی صدر الدین جیسے اکابر سے شرف تلمذ حاصل تھا۔

اسفار علمیہ

الغرض ۱۲۹۱ھ تک اپنے مسکن ڈیانواں ہی کے اہل علم و فضل سے استفادہ کرتے رہے، تحصیل علم کا شوق دل میں موجزن تھا۔ اسی بنا پر دوسرے مشائخ کی خدمت میں جانے پر مجبور ہوئے۔ چنانچہ ۱۲۹۲ھ میں لکھنؤ کا قصد کیا۔ وہاں پہنچ کر

(بقیہ صفحے کا حاشیہ) صفحہ ج ۷ میں کیا ہے مولانا محمد سعید حسرت عظیم آبادی (استاذ علامہ نیموی) نے آپ کی تاریخ وفات پر ایک قطعہ لکھا۔ جس میں شد بگلزار جنت ابراہیم (۱۲۸۲) سے سنہ وفات نکالا۔ (القول الحسن ص ۲۰ - ۲۱)

۳ھ بفتح النون الاول وضم الثانی قریۃ من اعمال عظیم آباد۔ نزہۃ الخواطر ص۱۰۱ ج ۷ بحوالہ تذکرۃ النبلاء المحدث المظہر بانوی۔

امام المعقولین مولانا فضل اللہ م ۱۳۱۲ھ بن امام الریاضیین مولا مفتی نعمت اللہ سے سال بھر معقولات کی مزید کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد ۲ محرم الحرام ۱۲۹۳ھ کو مراد آباد کا رخ کیا۔ وہاں امام الصلحاء مولانا قاضی محمد بشیر الدین قنوجی م ۱۲۹۶ھ سے اکتساب فیض کیا۔ جہاں انہوں نے سال بھر میں بقیہ کتب درسیہ معقول و معانی وغیرہ کی تکمیل کی۔ سال بھر وہاں قیام کے بعد شروع ماہ ربیع الاوّل ۱۲۹۴ھ میں وطن واپس تشریف لے آئے۔ جب آپ وطن واپس پہنچے تو احباب و اقارب نے ۱۵ ربیع الاوّل کو آپ کی شادی مولوی عبداللطیف صاحب صدیقی چھپردی کی صاحبزادی سے کردی اس وقت آپ کی عمر ۲۱ - ۲۲ برس کے قریب تھی۔ مگر علم کی پیاس نے گھر میں چین سے نہ بیٹھنے دیا۔ چنانچہ ۲۰ جمادی الاوّل کو دوبارہ مراد آباد حضرت مولانا قاضی بشیر الدین صاحب موصوف کی خدمت میں پہنچے، وہاں سات ماہ قیام فرمایا اور کتب معقولات و معانی کے علاوہ قرآن مجید کا ترجمہ اور مشکوٰۃ المصابیح کا کچھ حصہ نہایت تحقیق سے پڑھا۔ اس کے بعد اوائل محرم ۱۲۹۵ھ سال بھر حضرت میاں صاحب کی خدمتِ اقدس میں رہے۔ بالآخر محرم ۱۲۹۶ھ میں علوم تفسیر و حدیث کی تحصیل اور ان کی سند تکمیل[۵۸] حاصل کر کے واپس اپنے وطن ڈیانواں تشریف لائے اور آتے ہی درس و تدریس اور تصنیف و تالیف میں مشغول ہو گئے۔ لیکن ۱۳۰۲ھ میں ایک بار پھر حضرت میاں صاحب[۵۹] کی خدمت میں حاضر ہوئے اب کی بار وہاں پورے دو سال رہے اور شیخ الکل سے خوب خوب اکتساب علوم کیا اور آپ سے علاوہ صحاح ستّہ کے موطاء، سنن دارمی، سنن دارقطنی، جلالین وغیرہ، کتب کمالِ ضبط و اتفاق سے پڑھیں، اسی اثنا میں شیخ ہی کی نگرانی میں فتویٰ نویسی کا کام کرتے رہے (فتاویٰ نذیریہ میں آپ کے بعض فتاویٰ غالباً اسی دور کے ہیں۔ واللہ اعلم) ۱۳۰۴ھ میں جب آپ نے واپس وطن آنے کا عزم کیا تو حضرت میاں صاحب نے دوبارہ سند فراغت عطا فرمائی۔ (الحدیث و ترجمان)

---

۵۷ ترجمہ کے لیے دیکھیں نزہۃ الخواطر ص ۳۶۴ ج ۸)

۵۸ خود صاحب ترجمہ نے ان کا تذکرہ جمیلہ مقدمہ غایۃ المقصود ص ۳ کے حاشیہ میں کیا ہے اس سفر میں صاحب ترجمہ کے ہمراہ ان کے بھائی مولانا محمد اشرف بھی تھے۔ جس کا ذکر انہوں نے اعلام اہل العصر ص ۲ میں کیا ہے۔

۵۹ یہ اجازہ بھی خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے، حیاۃ المحدث ص ۱۱)

اسی دوران ۱۳۰۴ھ میں ہی شیخ العلماء قاضی حسین بن محسن الانصاری یمنی م ۱۳۲۷ھ سے صحاح کے اطراف کی قراءت کی اور ان سے بھی اجازہ[1] حاصل کیا۔ پھر وطن واپس لوٹ آئے اور اپنے گھر میں ہی رہ کر درس و تدریس افتاء و تصنیف اور کتب حدیث کی تصحیح و تشریح میں ہمہ تن مشغول ہو گئے۔ (اہلحدیث)

علامہ ڈیانوی نے گو متعدد شیوخ اور ائمہ فن سے استفادہ کیا تھا مگر علوم حدیث کا اکتساب ہندوستان کی مشہور محدث خاندان ولی اللہ کے جانشین حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین دہلوی اور شیخ حسین بن محسن انصاری سے کیا چنانچہ لکھتے ہیں۔

"اللمعة الخامسة فی ترجمة الشیخین الاکبرین اللذین اخذت عنهما هذا السنن وسائر کتب الحدیث والتفسیر فاولها المحدث المفسر الفقیه الحاج شیخنا العلامة زین اهل الاستقامة مولانا السید محمد نذیر حسین .... وثانیهما شیخنا العلامة البدر المنیر الفهامة العمدة التحریر ذو المناقب الجلیلة والمحامد الشریفة المدقق الکامل والبحر الذی لیس له فی سعة النظر من ساحل جمال العلماء الصالحین شیخ الاسلام والمسلمین البارع المحدث المتقن والمفسر المتبحر الفطن الحاج القاضی حسین بن محسن الانصاری الخزرجی السعدی الیمانی ادام الله برکاته علینا"

(مقدمہ غایۃ المقصود ص ۱۰–۱۷)

جس سے ان حضرات کی جلالت شان اور محدث ڈیانوی کی نگاہ میں ان کے علو مرتبت کا پتہ چلتا ہے۔ ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ ان حضرات کا مختصر تعارف و تذکرہ بھی نقل کر دیا جائے۔

(۱) شیخ الکل حضرت میاں نذیر حسین محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

آپ کا مولد موضع بلتھوا ضلع مونگیر (صوبہ بہار) سن ولادت اور مہینہ کی تعیین میں سیر نگاروں کا اختلاف ہے "الحیاۃ بعد المماۃ" کے مرتب مولانا فضل حسین صاحب بہاری نے ۱۲۲۰ھ کو اختیار کیا ہے[2]۔ باپ کا نام سید جواد علی تھا حسینی سادات سے تعلق رکھتے تھے۔

[1] یہ اجازہ بھی خدا بخش لائبریری میں محفوظ ہے۔ حیاۃ المحدث، ص ۱۱)

[2] اہلحدیث دہلی ۲۰ صفر ۱۳۸۰ھ بمطابق ۱۵ اگست ۱۹۶۰ء میں مولانا حکیم عبدالشکور رگوڑگانوی کا ایک

۴۳ر واسطوں سے نسب نامہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جا ملتا ہے۔ عہدِ طفولیت لہو و لعب میں گزری۔ والد محترم کے ایک دوست کے ایما پر ابتدائی فارسی کی کتابیں والد ماجد ہی سے پڑھنا شروع کر دیں۔ علم کا شوق بڑھا تو تحصیل علم کے لیے اپنے ایک دوست مولوی مراد علی کے ساتھ صادقپور کا رخ کیا، وہاں مولانا شاہ محمد حسینؒ کے مدرسہ میں پہنچے جو اس وقت صوبہ بہار کی مرکزی درسگاہ خیال کی جاتی تھی۔ بعد ازیں اپنے ساتھی مولوی مراد علی کے ہمراہ دہلی کا رخ کیا، ارادہ تھا کہ شاہ عبدالعزیزؒ کے درس سے براہ راست اکتساب فیض کیا جائے۔ مگر یہ مسافر سفری صعوبتوں اور نامساعد حالات کے باعث اس وقت دہلی پہنچے، جبکہ حضرت شاہ صاحب اس سے قبل رحلت فرما چکے تھے۔ اور ان کے بعد ان کے جانشین حضرت شاہ محمد اسحاق اپنی خاندانی مسند پر بیٹھے علم و عرفان کی بارش برسا رہے تھے۔ وہاں پہنچ کر پہلے علوم عقلیہ و نقلیہ کی تکمیل کی اس سلسلہ میں متداولات مولانا عبدالخالق م ۱۲۶۱ھ، مولانا شیر محمد م ۱۲۵۷ھ، مولانا جلال الدین اور مولانا کرامت علی سے پڑھیں۔ اور علم ہئیت و ہندسہ کی تکمیل مولانا محمد بخش المعروف بہ تربیت خاں سے کی، جو اس وقت کے مشہور مہندس تھے۔ اور ادبیات کی تحصیل مولانا عبدالقادر رامپوری سے کی۔ علوم و فنون سے فارغ ہو چکے تو حضرت شاہ اسحاق دہلوی سے حدیث و تفسیر کی کتابیں پڑھیں اور آخری ایام تک ان کے ساتھ ہی وابستہ رہے۔ اور جب ۱۲۵۸ھ میں انہوں نے ہجرت کا ارادہ فرمایا تو اسی سال ان سے اجازہ حاصل کیا۔ ان کے بعد ۱۲۷۰ھ تک تو جملہ علوم و فنون کی تدریس کرتے رہے۔ لیکن ۱۳۰۲ھ میں خالصۃً اپنے آپ کو تفسیر و حدیث کے لیے وقف کر دیا۔ حضرت شاہ محمد اسحاق رحمہ اللہ کی جانشینی کا اس سے بڑا اور کیا ثبوت ہوگا کہ "میاں صاحب" کا لقب جو خاندان ولی اللہ کے لیے چلا آ رہا تھا۔ اس کے ساتھ آپ ملقب ہوئے اور "میاں صاحب" کے پیارے لقب سے پکارے جانے لگے۔ خاندان ولی اللہ کی صحیح جانشینی اور ساٹھ سال علوم بالخصوص درس حدیث کی وجہ سے "شیخ الکل" کا لقب ملا۔ اکابر اہل علم نے جن الفاظ سے آپ کو خراج عقیدت پیش کیا ہے اس کا استیعاب مشکل ہے اور "الحیات بعد المماۃ" وغیرہ میں وہ دیکھے جا سکتے ہیں۔ ہم یہاں صرف دو شہادتوں پر اکتفا کرتے ہیں، جن کا ذکر متقدمین تذکرہ نگاروں نے نہیں کیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۸ سے) مفصل مضمون بعنوان "حضرت شیخ الکل محدث رحمانیؒ کا سن ولادت" شائع شدہ ..... جس میں مختلف اقوال نقل کر کے آپ کا سنہ پیدائش ۱۲۲۰ھ ہی صحیح قرار دیا ہے۔

مولانا امیر علی تلمیذِ رشید مولانا عبدالحی لکھنوی مترجم عالمگیری و مصنف تفسیر مواہب الرحمٰن، حافظ ابن حجر سے اپنے سلسلہ سند کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"واعلم ان اسنادی اتصل الی الشیخ الامام المصنف رحمۃ اللہ تعالٰی عن شیخنا الامام شرف الانام الزاھد العابد العالم الربانی الذی ما احسبنی رایت مثلہ بعینی ھاتین مولانا السید نذیر حسین الدھلوی الخ" (التھذیب ص۳۴)

یعنی امام مصنف (ابن حجرؒ) سے میری سند بواسطہ ہمارے شیخ امام شرف الانام زاہد عابد عالم ربّانی ایسا کہ میری ان دونوں آنکھوں نے ان جیسا کسی کو نہیں دیکھا۔ مولانا سید نذیر حسین دہلوی ہے۔

شیخ فرید[۱] سے کون واقف نہیں، اشارات فریدی میں ان سے منقول ہے۔

بعد ازاں سخن بہ نسبت مولوی نذیر حسین محدث دہلوی اقتادحضرت قطب الموحدین خواجہ محمد بخش ادام اللہ تعالٰی عرض کردند، قبلہ مردم مولوی نذیر حسین را غیر مقلد و ہابی ہے گویند۔ او چگونہ شخص است، حضور فرمودند کہ سبحان اللہ وے یکی از اصحاب می نماید انگاہ فرمودند کہ ایں امر کانی است برائے انسان کہ مثل او در جہاں نباشد۔ پس وے اکنوں فی زماننا ہذا در علم حدیث شریف نظیر و مانندے نمی دارد و چناں بے نفس است کہ ہیچ کسی از فرقہ ہائی اہل اسلام بدنمی گوید اگرچہ مردم رو بروئے او را ناسزا و بدمیگویند او سے کسے را نمی گوید الخ" (اشارات فریدی حصہ چہارم صد ۱۸۵، ۱۸۶ مطبع رفیق عام لاہور ۱۳۲۶ھ)

---

[۱] خواجہ غلام فرید سے اہل پنجاب اور بالخصوص اہالیان بہاولپور غافل نہیں۔ انہیں کے ایک غالی عقیدت مند کا یہ شعر مشہور ہے۔ ؎

چاچڑ وانگ مدینہ ڈسے تے کوٹ مٹھن بیت اللہ
ظاہر دے وچ پیر فریدن باطن دے وچ اللہ

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی مفید ہوگا کہ شیخ موصوف سے کسی نے پوچھا کہ شیعہ اور وہابیوں میں کیا فرق ہے تو اس کے جواب میں انہوں نے فرمایا۔ وہابی نہ صحابہ کرامؓ کو برا کہتے ہیں نہ ولایت

"ارشاداتِ فریدی" کا اردو ترجمہ حال ہی میں "اسلامک بک فاونڈیشن لاہور" کی طرف سے شائع ہو چکا ہے، مذکورۃ الصدر عبارت کا ترجمہ ہم مترجم کتاب کے الفاظ سے نقل کرنا مفید سمجھتے ہیں۔ لکھتے ہیں۔

"اس کے بعد مولوی نذیر حسین محدّث دہلوی کا ذکر ہونے لگا۔ قطب الموحدین حضرت خواجہ محمّد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں کہ وہ کیسے آدمی تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سبحان اللہ وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی کافی دلیل ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔ چنانچہ آجکل کے زمانہ میں علم حدیث میں ان کا کوئی نظیر نہیں نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو بُرا نہیں کہتے۔ اگرچہ لوگ ان کو منہ پر بُرا بھلا کہتے ہیں۔ لیکن وہ کسی کو بُرا نہیں کہتے یہ بات کس میں ہے۔ اب اگرچہ وہ بہت ضعیف ہو چکے ہیں۔ تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں۔ حتیٰ کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔ وہ کسی شخص سے نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو" ارشادات فریدی مترجم صد ۹۶ (مقبوس ۸۵)

علم وعرفان کا یہ ماہتاب ۱۰ رجب بروز دوشنبہ ۱۳۲۰ھ بمطابق ۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء نمازِ مغرب کے بعد ہمیشہ ہمیشہ کے لیے غروب ہو گیا، مگر اپنے بعد تلامذہ کا ایک لامتناہی سلسلہ چھوڑ گیا۔ جو ہند کے گوشہ گوشہ سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اور جن میں عجیب طرح کا تنوع پایا جاتا ہے۔ بعض نے سیدین شہیدین رحمہ اللہ کی تحریک مجاہدین کی سرپرستی کی اور بعض نے تدریس و تصنیف کا اثر قبول کیا۔ بعض میں وعظ و تبلیغ اور مناظرات کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔

(بقیہ حاشیہ صنہ۲ سے) کے منکر ہیں اس کے برعکس شیعہ ولایت کے بھی منکر ہیں اور توحید کے بارے میں وہابیوں کے عقائد صوفیائے کرام سے ملتے جلتے ہیں۔ وہابی کہتے ہیں کہ انبیاء اور اولیاء سے مدد مانگنا شرک ہے، بے شک غیر خدا سے امداد مانگنا شرک ہے توحید یہ ہے کہ خاص حق تعالیٰ سے مطلب کرے۔ چنانچہ (ایاك نعبد و ایاك نستعین کا مطلب یہی ہے، صہ ۹۶، ۹۷، مترجم "ارشادات فریدی"۔ انّ فی ذالك لذکری لمن کان لہ قلب۔"

اور بعض میں اصلاح احوال اور تربیت عوام کا جذبہ موجزن نظر آتا ہے۔ جس کی تفصیل کا یہ موقع نہیں، محدث ڈیانوی رحمۃ اللہ مقدمہ غایۃ المقصود وصلا) میں حضرت میاں صاحب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تین صفات خاص طور پر حضرت شیخ الکل میں کر دی تھیں۔

(۱) تقویٰ وخشیت الٰہی اور مکارم اخلاق کے پیکر تھے۔

(۲) تفسیر وحدیث اور فقہ میں یگانہ روزگار۔

(۳) اصحاب فضائل اور اہل تحقیق تلامذہ کا وسیع ترین حلقہ ان کی سرکار سے وابستہ تھا۔

الشیخ العلامۃ القاضی حسین بن محسن الانصاری

آپ حضرت ڈیانوی کے دوسرے قابل فخر استاد ہیں جیسا کہ پہلے گذر چکا ہے ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے، ۱۳ رسال کی عمر میں تعلیم کا آغاز کیا، علامہ سید حسین بن عبدالباری سے مکمل آٹھ سال تک استفادہ کیا۔ اور سند فضیلت حاصل کی۔ ان کے علاوہ اپنے بھائی شیخ محمد بن محسن الانصاری پر بھی "الصحیح البخاری" کی قرأت کی۔ بعد ازیں امام شوکانی رح کے صاحبزادے علامہ قاضی احمد سے بھی اجازہ حاصل کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ مکہ مکرمہ میں علامہ محمد بن ناصر الحازمی سے کئی بار ملاقات کی اور ان پر صحاح ستہ کے علاوہ سنن دارمی، شمائل ترمذی کی قرأت کی، نیز اوائل کتب حدیث شیخ محمد سعید المدنی سے پڑھیں۔ اور ان سے ان کی جمیع مرویات ومسموعات کی اجازت حاصل کی۔ محدث ڈیانوی رح دو مرتبہ ان کی زیارت سے مشرف ہوئے لکھتے ہیں:۔

"وقرأت علیہ اطرافا ومواضع متفرقۃ من الصحاح الستۃ وسنن الدارمی والدارقطنی۔۔۔ وغیر ذلک واجازنی بجمیع مرویاتہ ومسموعاتہ اجازۃ عامۃ کما ھی موجودہ بخطہ الشریف۔"

(مقدمہ غایہ ص۱۷)

قاضی صاحب موصوف کو یہ فخر حاصل ہے کہ حضرت نواب صدیق حسن خاں قنوجی رح جیسے باکمال صاحب علم وفضل ان کے تلامذہ کی صف میں شامل ہیں۔ حضرت نواب صاحب نے ابجد العلوم میں اپنے استاذ محترم کا تذکرہ تفصیل سے کیا ہے، محدث ڈیانوی رح بھی لکھتے ہیں:۔ "وقد ذکرت ترجمۃ شیخنا العلامۃ فی موضع اخر البسط من ھذا" تتمہ

غالباً اس سے مراد ان کی کتاب "نہایۃ الرسوخ فی معجم الشیوخ" ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

درس وتدریس ہم ذکر کر آئے ہیں کہ تحصیل علوم کے بعد ڈیا نواں ہی میں درس و تدریس وعظ و تذکیر اور افتاء و تصنیف میں ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ مولانا ابوالقاسم بنارسیؒ جو حضرت ڈیانویؒ کے شاگرد رشید ہیں کا بیان ہے کہ آپ کے درس میں عرب وعجم کے طلباء بھی دیکھے گئے اور بہت سے لوگوں نے آپ سے علم حاصل کیا۔ (اہلحدیث) مولانا سید عبدالحی لکھتے ہیں۔

"ثم رجع الی بلدته وعکف علی التدریس والتصنیف والتذکیر وبذل جهده فی نصرة السنة والطریقة السلفیة واشاعة کتب الحدیث" نزهة (ص۱۷۱ ج ۸)

حدیث وسنت سے محبت کا یہی نتیجہ تھا کہ علماء حدیث سے محبت تھی اور طلباء پر بھی بہت شفقت کا اظہار فرماتے۔ قدیم ہند کے رواج کے مطابق بیوہ عورتوں کا نکاح معیوب سمجھا جاتا تھا۔ خود آپ کے گاؤں میں اس فعل شنیع پر عمل ہوتا تھا۔ آپ پہلے بزرگ ہیں، جنہوں نے اپنے وطن ڈیانواں میں نکاح بیوگان کو جاری فرمایا۔ (اہلحدیث)

صنعتکار اور تاجر حضرات

سے گذارش ہے۔ کہ وہ ماہنامہ ترجمان الحدیث میں اشتہار دے کر اپنے کاروباری فائدہ کے ساتھ ساتھ اپنے مذہب اسلام کی نشر واشاعت میں اعانت کا فریضہ بھی انجام دیں۔

(مینجر ادارہ)